معاشی مسائل اوران کا حل تفسیر ابن کثیر کے تناظر میں: ایک تحقیقی مطالعہ

Economic problems and their solutions in the context of Tafsir Ibn Kathir

Farheen shams
MPhil scholar, Islamic studies, IHA, KFUEIT RYK
Dr. Mazhar Hussain
Lecturer, Islamic studies, IHA, KFUEIT RYK
Email: mazharhussainbhadroo@gmail.com
Dr. Muhammad Shahid Habib
Assistant Professor, Islamic Studies, IHA, KFUEIT RYK
Email: shahid.habib@kfueit.edu.pk

Abstract
Economic problems have been faced by mankind In every age. Where the goods of life are needed, there are also economic problems and struggle Is done to overcome them. In the context of economic problems, if we look at the economy of Pakistan. Corruption and mismanagement are so entrenched In It that separation seems impossible and the government stands the test of time, which is why It is becoming difficult to conduct foreign policy.
These economic challenges are not only troubling the common man, but the entire society Is in chaos. The government's welfare and development plans are failing miserably, poverty, bankruptcy, corruption, looting, unrest are spreading so rapidly. It Is impossible to control. In these situations, there is a need for a plan of action that Is coordinated and organized. The Islamic economic system is a successful and complete system, which is not only a solution to all problems, but also rewards and rewards. It is also a cause of reward.

معاشی مسائل کا سامنا ابنِ آدم کو ہر دور میں کرنا پڑا ہے۔ جہاں سامان زندگی کی ضرورت ہے وہیں معاشی مسائل بھی درپیش ہیں اور ان سے نبر آزما ہونے کے لیے تگ ودو کی جاتی ہے۔ معاشی مسائل کے تناظر میں اگر پاکستان کی معشیت کو دیکھا جائے بدعنوانی اور بدانتظامی اس میں اس قدر پیوست ہے کہ علیحدگی ناممکن نظر آتی ہے اور حکومت وقت کے لیے امتحان کا باعث ہے اسی وجہ سے خارجہ پالیسی کو بھی چلانا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ یہ معاشی چیلنجز نہ صرف عام آدمی کو پریشان کیے ہوئے ہیں بلکہ پورا معاشرہ ہے انتشار کو شکار ہے۔ حکومت کے فلاحی اور ترقیاتی منصوبے بری طرح ناکام ہوتے جا رہے ہیں، غربت، افلاس، گداگری، لوٹ مار، بدامنی اس قدر تیزی سے پھیلتی کا رہی ہے کہ قابو ہونا ناممکن ہو۔ ان حالات میں ایسے لائحہ عمل کی ضرورت ہے جو مربوط اور منظم ہو۔ اسلامی معاشی نظام ایک ایسا کامیاب اور مکمل نظام ہے جس پر عمل نہ صرف تمام مسائل کا حل ہے اس کے ساتھ ساتھ اجر وثواب کا بھی باعث ہے۔

تعارف:

معاشیات کا معنیٰ:

معاشیات ایک جدید علم کا درجہ حاصل کر چکا ہے۔ جس میں انسانی زندگی، رویوں اور مستقبل کی منصوبہ بندی کا مطالعہ کیا جاتا۔ مالیات، تجارت اور انتظام اس کی اہم شاخیں ہیں۔ ماہرِ معاشیات روبنز نے معاشی علم کی تعریف یوں کی ہے

"معاشیات میں انسانی رویوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس میں لا محدود خواہشات اور محدود وسائل میں انسانی رویہ جات کو دیکھا جاتا ہے"

علامہ ابن خلدون کے مطابق:

"معاشیات (المعاش) رزق ڈھونڈنے اور اسے حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرنے کا نام ہے"[1]

معاشیات ایسی سائنس ہے جس میں لین دین اور دولت کی منتقلی کے عمل کے قوانین وضع کرتے ہوئے انہیں کنٹرول کیا جاتا ہے۔

الحریری نے معشیت کی تعریف یوں کی ہے:

"معاشیات سے مراد ہے کہ انسان تجارت، صنعت وزراعت کے ذریعے اپنی ضرورتوں کو پورا کرے"[2]

معاشیات کے ادوار:

معاشیات کے دو ادوار ہیں

1) کلاسیکی معاشی دور 2) نو کلاسیکی معاشی دور

کلاسیکی دور:

کلاسیکی معاشی دور ابتدائی دور ہے جب انسان کی ضروریات محدود اور رہن سہن سادہ ہوتا تھا۔ معاشیات کو دولت کہ علم سمجھا جاتا تھا۔ سرمایہ داری کو فوقیت دی جاتی تھی۔ آمدنی اور روزگار کو منظم کرتے ہوئے ترقی کی راہ ہموار کی جاتی تھی لیکن وقت کے ساتھ تہذیب و تمدن اور ثقافت میں تبدیلیاں رونما ہوئی جنھوں نے ضروریاتِ زندگی پر بھی اثر ڈالا اور معشیت کے ایک جدید نظریے کو روشناس کروایا۔ کلاسیکی معشیت کے ماہرین میں آدم اسمتھ، جان سٹیورٹ مل، تھامس مالتھس، ڈیوڈ ڈیکارڈ قابلِ ذکر ہیں۔

نو کلاسیکی دور:

یہ معاشیات کا جدید دور بھی جانا جاتا ہے۔ اس میں مالیت کے مطالعے کو الگ نگاہ سے دیکھا گیا۔ اس کی بنیاد تین

مفروضوں پر قائم ہے

* انسان کو فیصلہ کرتا ہے اس کی قدر و منزلت ذہن میں موجود ہوتی ہے جس کی بنا پر فیصلہ سازی کی جاتی ہے

* معشیت کا مقصد زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنا ہے اور ایسے کام میں سرمایہ داری کی جائے جس میں نفع کا عنصر زیادہ موجود ہو۔

* جب مکمل معلومات موجود ہوں تو آزادنہ فیصلہ سازی کی جائے اور یہ سب کا انفرادی حق ہے۔

نو کلاسیکی کے ماہرین میں ولیم جیون، کارل مینجر، لیون والرس ہیں۔

معاشیات کی شاخیں:

معاشیات کو بنیادی طور پر دو بڑی شاخوں میں تقسیم کیا گیا ہے

1) جزیاتی معاشیات:

اس میں انفرادی طور پر معاشی تجزیہ کیا جاتا ہے اور مسائل کے حل تلاش کیے جاتے ہیں۔

2) کلیاتی معاشیات:

معاشرے کے مسائل کا مجموعی طور پر مطالعہ کرتے ہوئے تجزیاتی تجربات کرتے ہیں اور حل پیش کیے جاتے ہیں یہ جزیاتی معیشت سے زیادہ وسیع دائرہ کار رکھتی ہے

اس کے علاوہ ماہرین معاشیات میں چند نام مندرجہ زیل ہیں

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کارل مارکس، الفریڈ مارشل، جان ہکس، فریڈرک ہایک، علامہ محمد یوسف جبریل۔ لیکن ان میں سب سے زیادہ کامیابی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ معاشی نظام کو ملی کیوں کہ وہ منزل من اللہ تھا اور خالق کے بنائے کسی نظام میں کو خامی ہو نہیں سکتی۔ باقی ماہرین کے مفروضات و نظریات مختلف خامیوں اور کمیوں کی وجہ سے دیر پا نہ رہ سکے اور ناکام ثابت ہوئے۔

اِسلامی معاشی نظام:

اسلام نے ایک ایسا معاشی نظام متعارف کروایا جس میں پیسہ حقیقی جنس پر مشتمل ہوتا ہے مثلاً سونے، چاندی کے دینار، درہم، گندم، چاول اور کھجور وغیرہ۔ یہ سود، قمار، غرر ٹیکس سے آزاد ہوتا ہے۔ انفرادی آزادی موجود ہوتی ہے لیکن کچھ حدود لاگو ہوتی ہیں۔

"اسلامی معاشی نظام ایک ایسا سماجی نظام ہے جو لوگوں کے معاشی مسائل کا اسلامی اقدار کی روشنی میں مطالعہ کرتا ہے"

اِسلامی معاشی نظام کی خصوصیات:

بلاشبہ اسلامی معاشی نظام ایسا نظام ہے جو پیش کیے جانے کے اتنے عرصے گزر جانے کے بعد بھی بغیر کسی خامی کے کامیاب ہے۔یہ واحد نظام ہے جس نے دین اور معاش کو یکجا کرتے ہوئے عبادت کا درجہ دیا۔یہ ایک منفرد،جامعاور مربوط نظام ہے

اس کی چیدہ چیدہ خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں

حقیقی مالک صرف اللہ کی ذات ہے:[3]

وہ تمام وسائل جن پر انسان انحصار کرتا ہے وہ سب اللہ کے تخلیق کردہ ہیں اور وہی ان کا مالک ہے۔زمین پر اسی کا حکم چلتاہے۔اس نظریے کی بدولت انسان اور معاشرہ بہت سی برائیوں سے محفوظ ہوتا ہے اور زمین پر امن امان قائم رہتا ہے۔جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

"جو کچھ زمین آسمان میں ہے سب اللہ کے لئے ہے"۔[4]

رازق صرف اللہ ہے:

"زمین میں کوئی چلنے پھرنے والا(جاندار)ایسا نہیں،مگر یہ کہ اس کا رزق اللہ کے(زمہ کرم)پر ہے"۔[5]

دین اور معاش:

اسلامی معاشی نظریہ واحد نظریہ ہے جس میں دین اور معاش کو یکجا کرتے ہوئے دونوں کو لازم وملزوم قرار دیا ہے قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فکر معاش کو عبادت کا درجہ دیا گیابشرطیہ کہ وہ حلال اور جائز ہو۔

حق انفرادی اور حدود:

اسلام نے انسان کو انفرادی حق دیا ہے لیکن ساتھ ہے کچھ حدود بھی متعین کی ہیں جو سراسر انسانی فائدے پر مشتمل ہیں۔جہاں انسان کو اس کا حق دیا وہیں دوسرے انسان کا حق محفوظ کرنے کے لیے حد بھی بتائی کو ایک خوش آئند بات ہے۔[6]

"اے ایمان والو! ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے مت کھاؤ،ما سوائے تجارت کے،جو تمہاری باہمی رضامندی سے ہو"۔[7]

مساویانہ تقسیم:

اسلام نے بتایا کہ کس طرح زمینی وسائل پر تمام انسانوں کا برابر حق ہے سب ہے معشیت سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔ اجارہ داری کو ناپسندیگی کی نگاہ سے دیکھا گیا اور بھائی چارے اور ایثار کا درس دیا۔

"بیشک ہم نے تم کو زمین میں تمکن اور تصرف عطا کیا اور ہم نے اس میں تمہارے لیے اسباب پیدا کیے لیکن تم میں سے بہت کم شکر ادا کرتے ہیں"۔[8]

درجاتِ معشیت میں تفاوت کی نشاندھی:

انسان کو جہاں مساوی حق دیا وہیں معاشی تفاوت کو بھی واضح کیا۔ تفاوت کی بنیاد محنت، قابلیت اور کام کرنے کی صلاحیت پر رکھی گئی جو شخص جتنی محنت اور جستجو کے ساتھ کام کرے گا اس کے لیے اتناہے اجر و درجات ہیں

"اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق (کے درجات) میں فضیلت دی ہے (تاکہ تمہیں حکم انفاق سے آزمائے)"۔[9]

گویا درجات کی یہ وجہ ایک لیے ہے کہ صاحبِ ثروت کمزور کی دلجوئی کرے اور مدد کرتے ہوئے دنیا اور آخرت کا فائدہ حاصل کر سکے۔ جب کہ ایسے افراد جن کے پاس رزق کی فراوانی نہیں وہ صبر اور شکر کے ساتھ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو سکیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے

"اور یہ کہ انسان کو (عدل میں) وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے کوشش کی ہو گی"۔[10]

معشیت کی اخلاقی اقدار:

اسلام نے لین دین کی اخلاقی اقدار متعارف کروا کر معاشرے کو مہذب اور کامیاب بنانے کا راستہ ہموار کیا۔ ان میں احسان، ایثار، عدل، تقویٰ، تعاون اور توکل جیسی خوبیاں قابل ذکر ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے

"اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ، ماسوائے تجارت کے جو کہ تمہاری باہمی رضامندی سے ہو"۔[11]

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا

"اس نے آسمان کو بلند کیا اور میزانِ عدل رکھ دی تاکہ تم میزانِ میں خلل اندازی نہ کرو اور انصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک تولو، اور ترازو میں تولتے وقت کمی نہ کرو"۔[12]

عمومی معاشی مسائل:

دورِ جدید میں معاشی مسائل کی بنیادی وجہ نفع اندوزی اور مادی فوائد جیسے نظریے ہیں جو کہ شکست وریخت کا شکار ہوتے رہتے ہیں اسی وجہ سے ایسا نظام کامیاب نہیں رہتا اور اخلاقی گراوٹ، مذموم خصائل، برائیوں اور بری عادتوں کا موجب بنتا ہے۔[13] آج کے دور میں جو مسائل زیادہ عام ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں

* ناجائز اور حرام ذرائع روزگار
* سودی نظام
* اسراف وتبذیر
* عیش وعشرت طلبی
* غیر ضروری نظام ٹیکس
* غربت وافلاس اور گداگری کا رجحان
* معاشی درجات میں عدل ومساوات کا فقدان
* اقربا پرستی

ایسے حالات میں کوئی بھی معاشرہ ترقی بھی کے سکتا اور مختلف مسائل کہ شکار ہو جاتا ہے۔

معاشی مسائل کا حل تفسیر ابنِ کثیر کے تناظر میں:

اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں انسان کی رہنمائی کی اور اسے اچھی زندگی گزارنے کے لیے مکمل ضابطہ حیات کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی صورت میں عملی نمونہ بھی فراہم کیا۔ حلال اور جائز فکر معاش کو عبادت کا درجہ دیتے ہوئے معشیت کے سنہرے اصول وضوابط متعارف کروائے جو انسان کی فلاح وبہبود سے مزین ہیں۔ علامہ ابنِ کثیر نے "تفسیر ابنِ کثیر" میں ان پر عام فہم انداز میں تبصرہ کیا ہے۔ معاشی مسائل کے حل ازروئے قرآن ذیل کیا پیش کیے جارہے ہیں۔

کسبِ حلال اور تقویٰ:

"اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں اللہ میں تمہارے لئے حلال کی ہیں ان کو حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو کہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو حلال اور طیب روزی اللہ نے تم کو دی ہے اسے کھاؤ اور اللہ سے ڈرو جس پر ایمان رکھتے ہو۔"

علامہ صاحب اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حلال چیزوں کو حرام کر کے کھانے سے مراد ایک دوسرے کا مال لوٹ مار، چوری، دھوکہ فریبی سے کھانا ہے۔ اسی طرح حلال کی کمائی میں اگر حرام کو ملا لیا تو اس کی نحوست سارے مال کو حرام کر دے گی۔ اسی طرح اگر حلال چیز کو سود پر دے دیا تو وہ حرام ہو جاتی ہے لہذا اس سے اجتناب کرتے ہوئے اسی پر شکر کرنا چاہیے جو اللہ نے حلال طریقے سے ہم تک پہنچایا ہے یا پھر حلال کے دائرے میں رہتے ہوئے مزید کی تگ و دو کرنے کہ بھی حکم ہے۔[14]

نظام زکوۃ:

سورت نمل کی آیت 2 اور 3 میں ارشاد ہوتا ہے،

"مومنوں کے لئے بشارت اور ہدایت ہے وہ جو نماز پڑھتے ہیں زکوۃ دیتے اور روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔"

زکوۃ اسلام کے پانچ بنیادی ارا کین میں سے ایک اہم رکن ہے اسکا حکم سابقہ اُمتوں کو بھی تھا اور توریت و انجیل میں اس کے احکامات ملتے ہیں۔

جیسا کہ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے بارے میں ارشاد ہے

"بچہ (عیسیٰ علیہ السلام) بول اٹھا میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے اور مجھے بابرکت بنایا جہاں کہیں رہوں اور مجھ کو زکوۃ اور نماز کی وصیت کی ہے جب تک زندہ ہوں"۔[15]

زکوۃ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کے قرآن میں بیس مقامات پر نماز کے ساتھ اس کہ حکم ہے جیسے سورت النساء:162, سورت الاعراف:156، العمران:180، سورت توبہ:60,34,35، وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اور باقی جگہ علیحدہ سے اس کی ادائیگی کی تلقین کی ہے۔

جیسا کہ سورت النساء کی آیت 31 میں ارشادِ باری ہے،

"میرے بندوں سے کہہ دو جو ایمان لائے ہیں نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیے رزق میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کریں، اس سے پہلے وہ دیں آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہے نہ دوستی۔"

زکوۃ ادا کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہے اور مال پاک ہو جاتا ہے نیز اللہ کی خصوصی رحمت نازل ہوتی ہے.

زکوۃ ادا کرنے پر بشارتیں دی گئی ہیں اور جو ادا نہیں کرتے انہیں سخت عذاب کی وعید ہے۔

"جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس اللہ کی رہ میں خرچ نہیں کرتے، اے نبی! انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیجئے، جس دن یہ سونا چاندی دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی

پیٹھیں داغی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی سونا چاندی ہے جو تم نے جمع کر رکھا تھا سو اب تم اس چیز کا مزا چکھو جو تم کرتے تھے "۔[16]

زکوۃ کے فوائد کو اگر دیکھا جائے تو یہ انسانی فلاح و بہبود کے ضامن ہیں اور اسی لیے اس کی ادائیگی پر ایک قدر زور دیا گیا ہے

ابنِ کثیر اور زکوۃ کے مصارف:

"یہ صدقات دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور ان کے لئے جو صدقات کے کام پر مامور ہیں اور ان کے لئے جن کے دل جوڑنے مطلوب ہیں اور غلاموں کو آزاد کروانے قرضدار کی مدد کرنے میں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور مسافروں کے لیے استعمال کرنے کے لئے ہیں۔"[17]

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابنِ کثیر فرماتے ہیں کے اس میں صدقات سے مراد زکوۃ ہے۔اس آیت کے نزول کے بعد یہ متعین کیا گیا کہ جن لوگوں کو زکوۃ ادا کی جائے یہ مصارف مندرجہ ذیل ہیں

* فقیر
* مسکین
* زکوۃ اکٹھی کرنے والوں کی تنخواہوں کے لئے
* مولفہ القلوب
* غلاموں کو آزاد کروانے کے لیے
* قرضہ کی ادائیگی کے لیے
* اللہ کی راہ میں
* مسافروں کی حاجت روائی میں

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ فقیروں کو پہلے اس لیے رکھا گیا کیوں کہ ان کی حاجت شدید ہوتی ہے قتادہ نے بیماری والے کو فقیر اور صحیح سالم ہو لیکن مجبور ہو۔اسی طرح مجبور قرضہ دار کی مدد اس لیے کی جائے کہ وہ حرام سے بچ سکے سود وغیرہ جیسی لعنت میں مبتلا ہو کر گنہگار نہ ہو۔[18]

زکوۃ کا نظام کیسے بہتر بنایا جائے؟

آج کے دور میں زکوۃ کی کثیر رقم کی وصولی، تقسیم کے لیے موجود کمیٹیاں، حکومت کے فلاحی اقدامات کرنے کے باوجود حق دار اپنے حق سے محروم ہے۔نہ تو غربت کہ خاتمے ہو سکا نہ ہے مستحقین اس سے استفادہ حاصل کر سکے اور

خودکشی و قتل و غارت کا شکار ہوئے۔اس کی بنیادی وجہ اراکین کی ناقص کارکردگی اور اقرباپروری ہے۔کسی کو اس قدر زکوۃ دے دی جاتی ہے کہ دوسرے کی بنیادی ضرورت کی بھی حق تلفی ہو جاتی ہے۔اس طرح معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔زکوۃ کا نظام جس قدر بہتر ہوتا معاشی ترقی اتنی ہے زیادہ ہوگی۔ذیل میں چند تجاوزات پیش کی جاتی ہیں کو نظام کو بہتر بنانے میں معاون ثابت ہوں گی

1)زکوۃ کے نظام کو بہتر بنانے کے لیے سب سے پہلے اس کو اکٹھا کرنے کے طریقے کو درست کیا جائے۔خاص طور پر بینکوں میں کی جانے والی سالانہ کٹوتیوں کی تصحیح کی جائے کیوں کہ بینکوں میں رکھی گئی رقوم امانتیں یا قرضہ جات ہوتی ہیں جن پر زکوۃ لاگو نہیں ہوتی لیکن بینک ان سے بھی زکوۃ کاٹ لیتا ہے جو درست نہیں۔

2)زکوۃ کے پیسوں کا درست استعمال کیا جائے۔عاملین زکوۃ کی تنخواہوں کی مد میں خرچ ٹھیک ہے لیکن ان پیسوں سے سیمینار اور کانفرنسز منعقد نہیں کی جاسکتی۔اس مقصد کے لیے حکومت اپنا کردار ادا کرے۔

3)زکوۃ کی رقم سے ایسے فلاحی کام کیے جائیں جو حکومت کو معاشی استحکام دینے میں معاون ہوں مثلاً اس رقم سے مستحقین کو 1000 یا 500 دینے پر لاکھوں تو خرچ ہو جائیں گے لیکن کوئی خاص فائدہ بھی ہو گا اس کے بجائے انہیں پیسوں سے کوئی چھوٹی صنعت وغیرہ لگا دیں تو نہ صرف روزگار ملے گا بلکہ لوگوں کی عزتِ نفس بھی قائم رہے گی اور بھیک جیسی نحوست سے بھی گلو خلاصی ہو گی۔

4)ناجائز مداخلت کو روکا جائے اور شفاف تقسیم یقینی بنائی۔

5) کے موجودہ حالات کے پیشِ نظر اس نظام میں احتساب کی شدید ضرورت ہے۔

6)سوشل میڈیا کا دور ہونے کی وجہ سے حکومت کو آگاہی مہم کے تشہیر کے سلسلے میں خصوصی کام کرنا چاہیے تاکہ لوگوں کو زکوۃ سے متعلق معلومات ملیں اور ادائیگی کا شعور پیدا ہو۔

7)عاملین زکوۃ کے لیے ایماندار، باشعور اور قابل اعتماد لوگ رکھے جائیں اور یہ سلیکشن میریٹ کی بنیاد پر ہونا ضروری ہے۔

8)زکوۃ ایک مالی عبادت ہے اور فرض ہے لوگوں میں اس بات کی آگاہی پیدا کرنے کے لیے مختلف پیمانے پر پروگرام اور کانفرنس منعقد کی جائیں اور لوگوں میں جذبہ اور شوق ابھارا جائے۔

9)اسلامی نظریاتی کونسل کی تجاویز کو لاگو کیا جائے اور ادائیگی نہ کرنے والوں، اکٹھی کی ہوئی زکوۃ کا پیسہ کھانے والوں کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے۔

10)گداگری، بھیک جیسی لعنت کو ختم کرنے کے لیے ٹیم تشکیل دی جائے جو معلومات اکٹھی کرے اور ممکنہ اقدامات کرتے ہوئے قانون پر عمل درآمد کروائے اور مستحق کی مدد کرنے کے ساتھ ساتھ عادی مجرموں کو کیف

کردار تک لے جائے۔

سود ایک لعنت ہے:

سود کے لیے عربی میں ربا، الربوا کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن کا مطلب زیادتی کے ہیں۔

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ربا کی جو مقدار رہ گئی ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ اگر ایسا نہیں کروگے تو خبردار ہو جاؤ (کہ تم) اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے (تیار ہوتے ہو)، اور اگر تم توبہ کر لوگے تو تمھیں اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے جس میں نہ تمہارا نقصان ہے نہ اور کا"۔[19]

علامہ صاحب کے نزدیک قرض کے بدلے ہر طرح کہ اضافہ سود ہے جو طے کر کے لیا جائے خواہ اس کی شرح کم ہو یا زیادہ۔

سود کی اقسام:

ربا النسیہ:

یہ زمانہ جہالت میں رائج تھا اسی وجہ سے ربوا الجاہلیہ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ یہ قرض کا سود ہے جو وقت مقرر پر ادا نہ کرنے کی وجہ سے بڑھا دیا جاتا۔ سابقہ امتوں میں بھی اسے حرام قرار دیا گیا تھا اور ممانعت تھی۔ خلاف ورزی پر سخت عذاب کی سزا کا وعدہ ہے۔

ربا الفضل:

اس میں مخصوص اجناس کے ہم جنس تبادلے کی صورت میں اضافہ کیا جاتا ہے اور مقدار بڑھا کے واپسی ہوتی ہے۔ مثلاً گندم کے تبادلے کے دوران اس میں اضافے کی شرط لگا دیں تو یہ دوڑ ہو گا اور اگر برابر مقدار ہو تو تجارت ہو گی۔

جدید معاشرہ سود کا اس قدر شکار ہو چکا ہے کہ راہ نجات ناممکن نظر آتی ہے۔ خاص طور پر زرعی اور صنعتی قرضہ جات میں بلا سود کے جھانسے دے کر وصول کرنے والوں سے شرح سود لے لیا جاتا ہے اور اسے بینک پرافٹ کہ نام سے کر کسٹمر کو مطمئن کرتے ہیں لیکن اس پرافٹ کے اصول و ضوابط سود والے ہے ہوتے ہیں اور سیدھے بھولے لوگ انجانے میں سود جیسی لعنت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ آج کے دور کے بینک بغیر سود کے چل ہے نہیں سکتے اور نہ ہی چلنا چاہتے ہیں ورنہ دوسرے ممالک میں بھی بغیر سود قرضے فراہم کیے جا رہے ہیں جن میں سوڈان، ملائیشیا، ایران قابلِ ذکر ہیں اس کے علاوہ یورپ غیر مسلم ملک ہونے کے باوجود بغیر سود قرضے فراہم کرتا ہے۔(17)[20] اسلام نے تجارت اور لین دین کے ایسے طریقے بتائے ہیں جن پر عمل کرنے سے سود سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔ تفسیر ابنِ کثیر میں ان کی اقسام پر سیر حاصل مواد موجود ہے وہ طریقے مندرجہ ذیل ہیں:[21]

مضاربت:

اس طریقہ کار میں صارف اپنے سرمائے کو بینک کی مضاربت میں لگاتا ہے اور اپنے نفع کو بینک اور اپنے سرمائے کے تناسب سے تقسیم کرتا ہے۔ نقصان کی صورت میں فریقین اپنے اپنے نقصان کا خود ذمہ دار ہوگا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضي اللہ عنہا کا سامان تجارت مضاربت میں لگایا تھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں سے بھی ثابت ہے۔

شراکت:

اسے شرکہ یہ مشارکہ بھی کہتے ہیں۔ اس میں معاہدہ طے کیا جاتا ہے اور نفع نقصان میں فریقین برابر کے شریک ہوئے ہیں۔

بیع معجل:

اس ایجارہ بھی کہتے ہیں اور اس کے معاہدے میں سود شامل نہیں ہوتا اسے hire purchase بھی کہتے ہیں۔

مرابحہ:

کوئی چیز خرید کر دوسرے کو سے جائے اور آمدنی کی منصفانہ تقسیم اخراجات اور قیمت خرید نکال کر کی جائے۔ مثال کے طور پر بینک کوئی مشینری باہر سے منگوا کر کسی کو سے اور اپنا نفع کمائے۔

اجارہ:

کسی چیز کو کرائے پر دینا یا مزدوری لینا۔ یہ بیع کی ہے ایک شکل ہے۔

قرضہ حسنہ کے ادارے:

"کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے اور اللہ اسے بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے۔ اللہ ہی تنگی اور کشادگی کرتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے"۔[22]

قرضے حسنہ کی فراہمی کے لیے ادارے قائم کیے جاتے ہیں جو قرضوں کی ادائیگی اور لین دین کا ریکارڈ رکھتے ہوئے عوام کو بلا سود رقم فراہم کرتے ہیں جس سے مجبور افراد سود اور دوسری معاشرتی برائیوں سے محفوظ رہتا ہے۔

بیت المال کا قیام:

یہ اسلامی معشیت کا ایک اہم ادارہ ہے۔ اس کا تصور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ہے وجود میں آگیا تھا لیکن سرکاری طور پر اس کا آغاز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ہوا۔[23] ایسے اداروں کا قیام آج

کے دور میں ناگزیر ہے اور ان سے استفادہ اٹھاتے ہوئے معاشی تنگی سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

سروس کے اخراجات کی وصولی:

ادارے صارفین کو قرضے پہ خدمات فراہم کرتے ہوئے سود نہ لائیں بلکہ خدمات کہ اخراجات وصول کرسکتے ہیں جو جائز ہے۔مثال کے طور پر اگر بینک آپ کو لاکرز، بینک ڈرافٹ یہ لیٹر، تجارتی اشیاء کی خرید و فروخت کی رقوم کی منتقلی یہ بلٹی کی سہولیات فراہم کرتا ہے تو اس کی فیس وصول کرسکتا ہے۔

اسلام اور دولت کی گردش کا معاشی تصور:

ہمارے دین میں دولت کو جمع کرکے رکھنا اور خرچ نہ کرنے کو ناپسندیدہ قرار دیا۔اللہ نے اگر صاحبِ ثروت بنایا ہے تو اپنے وسائل کے دیکھتے ہوئے اس کی مخلوق کی مدد کرنا ہے ایک مسلمان کہ شعار ہونا چاہیے۔

"ایسا نہ ہو کہ (مال و دولت) تمہارے دولت مندوں میں ہی گردش کرتی رہے۔"۔[24]

علامہ کثیر فرماتے ہیں کہ اسلام نے ارتکاز دولت کا جو تصور پیش کیا ہے اس میں اہتمام کیا ہے کہ دولت اخلاقی، ادارتی، معاشرتی اور قانونی طریقوں سے زیادہ سے زیادہ منصفانہ اور شفاف ہو اور تمام معاشرے میں گردش کرے۔

صدقات کی رغبت:

"اور جو لوگ اس حال میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دے رکھا ہے وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ ان کے حق میں اچھا ہے، نہیں بلکہ ان کے حق میں برا ہے۔"[25]

صدقات کی دو اقسام ہیں ایک واجبی صدقات اور دوسرا نفلی صدقات۔انہیں مختلف مواقع پر صاحبِ استطاعت لوگ ادا کرتے ہیں صدقات کا یہ نظام دولت کے جمود کو روکتا ہے۔

وراثت کا قانون:

اسلام نے وراثت کا قانون متعارف کروایا جو منصفانہ اور عادلانہ ہے۔

ٹیکس کا نظام:

معاشرے میں انصاف، فلاح عامہ اور مستحکم بنانے کے لیے حکومت کو اختیار ہے کہ وہ عوام سے مزید مال بطور ٹیکس لے اسے ٹیکس ضرائب کہتے ہیں۔

عفو کا حق:

"وہ پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں، کہ دیجئے کہ العفو (یعنی جو اپنی ضرورتوں سے زیادہ ہو۔"[26]

علامہ ابن کثیر نے اس کی تفسیر بیان کی ہے کہ پہلے اپنی حاجت پوری کرو اپنے عیال کی ضروریات پوری کرنے کے بعد بھی بچتا ہے تو اور رشتے داروں کو دیکھو۔ اسلام معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ انصاف، سماجی بہبود، آزادی اور اخلاقی ترقی کا داعی ہے اور اس کے اصول امن پسند ہیں۔

کفالت عامہ اور معاشرتی بہبود:

"اور تو کیا سمجھا کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی (قرضدار یا غلام) کی گردن چھڑانا یا بھوک کے دن میں فاقے کے کسی بن باپ کے بچے کو، یا خاک میں پڑے ہوئے کسی محتاج کو کھانا کھلانا۔"[27]

معاشرے میں تین طرح کے لوگ موجود ہوتے ہیں

* صاحبِ ثروت
* درمیانہ طبقہ یہ سفید پوش
* مستحق اور نادار

اسلام نے کفالت عامہ کا درس کہ ہیں کو رزق میں فراوانی دی گئی ہے وہ اُن کی مدد کریں جن پاس کھانے کو سوکھی روٹی اور گز بھر زمین بھی نہیں ہوتی۔ کچھ اپنی روزی کمانے کی بھی استعداد نہیں رکھتے مثلاً اندھے، لنگڑے، کوڑھی، مفلوج وغیرہ۔ اسی طرح کچھ افراد ایسے ہیں جنہیں اپنی روزی کمانے کی فرصت نہیں ملتی جیسا کہ مبلغین، مذہبی معلم، نادار طالب علم۔ ایسے حالات میں ان لوگوں کی زمہ داری اٹھانا نہ صرف حکومت کہ کام ہے بلکہ مخیر حضرات بھی اس میں اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔

اسلام کا معاشی نظام مکمل فلاح و بہبود:

ان تمام معلومات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے معشیت کا کو نظریہ پیش کیا ہے وہ بلا شبہ مکمل اور کامیاب ہوا۔ حلال کمائی سے لے کر خرچ کرنے تک کی رہنمائی موجود ہونے کی وجہ سے بلا دقت عمل درآمد کے قابل ہے۔ یہ نہ صرف مضبوط معاشی نظام کا ضامن ہے اس کے ساتھ ساتھ آزادی، مساوات، تفاوت، انصاف، محبت اور عزتِ نفس کا بھی پرچار کرتا ہے۔

ماحاصل:

معاشرے کی ترقی میں معاشی نظام کی مضبوطی بہت معنی رکھتی ہے۔ اور مختلف نظام معشیت کے مطالعے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کہ تصور معاشیات سے معاشی بدعنوانیوں، استحصال اور مہنگائی پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

ابنِ کثیر کے معاشی تناظر میں مطالعے کے بعد ذیل میں موجود نقاط واضح ہوتے ہیں جو کسی بھی معاشی نظام کی کامیابی کے لیے بہترین ہیں

* کسبِ حلال اور ہاتھ کی کمائی کو پسند کیا گیا ہے۔

* دین اور فکر معاش کو یکجا کر کے عبادت کا درجہ دیا۔

* پاکیزہ چیزوں کی طرف راغب کرتے ہوئے حلال ذرائع کی طرف توجہ دلائی اور ترغیب و ترہیب کے ذریعے حلال پر ابھارا۔

* تجارت کے لیے اخلاقی ضابطہ پیش کیا اور گاہک اور تاجر دونوں کے فوائد کا خیال رکھا۔

* دولت کو سمیٹ کر رکھنے کی بجائے گردش میں رکھنے کے لیے مختلف طریقے متعارف کروائے۔

* ضرورت سے زائد کو صدقات و خیرات کی صورت میں کفالت عامہ کے استعمال میں لانے کی ترغیب دی۔

* اسراف و تبذیر کے بجائے اعتدال پسندی کو سراہا گیا۔

* یہ واحد نظام ہے جس میں عدل کو اجتماعی و انفرادی دونوں طرح سے دیکھا گیا ہے۔

* زکوۃ و صدقات کے نظام سے غربت افلاس گداگری جیسی معاشرتی اور معاشی خامیوں پر قابو پانے کے اصول وضع کیے۔

نتائج:

اِسلامی معاشی اصول اپنانے سے نے صرف معاشرہ مستحکم ہوتا ہے بلکہ امن کے قیام کے علاوہ محبت بھائی چارے کی فضا پروان چڑھتی ہے جیسا کہ ریاست مدینہ میں اسلامی معاشی نظام لاگو ہونے کے بعد جس طرح مسلم معاشرے نے ترقی کی اور اپنی پہچان بنائی اسی طرح آج کے دور میں بھی ان پر عمل کرتے ہوئے ویسے ہی نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سیرت طیبہ میں محفوظ ہیں اور خلفائے راشدین کے دور حکومت میں موجود کامیابی و کامرانی کی تاریخ رقم ہے۔ اگر دیکھا جائے تو دوسرے ممالک میں وہی اصول معاشیات لاگو کیے جارہے ہیں جن کا حکم ہمارا اسلام ہمیں دیتا ہے لیکن افسوس اس بات کا ہے یہ ہم یہی اصول بھلا کر مادی اور عارضی فائدے کی طرف دوڑتے چلے جارہے ہیں۔ اجتماعی فلاح کے بجائے ہر طرف نفسا نفسی اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے جس میں نہ حلال حرام کی تمیز باقی ہے نہ ہی حقوق و فرائض کی۔ نہ ہے عزتیں محفوظ ہیں اور نہ مال۔ ایسی صورت حال کی وجہ اسلام سے دور ہونا ہے۔ اسلام صرف عبادت، روزے، حج تک محدود ہو کر رہ گیا جب کہ اگر گہرا مطالعہ کیا جائے تو

زندگی کہ کوئی عمل ایسا نہیں جس کے بارے میں اسلام نے ہمیں آگاہی نہ دی ہو رہنمائی اور عملی ثبوت نہ فراہم کے ہو لہذا بہترین نتائج کے لیے اسلام کے معاشی قوانین کو وضع کرنے کی اشد ضرورت درپیش ہے۔

سفارشات:

چند سفارشات خدمت میں پیش کی جاتی ہیں

1. لوگوں میں حلال حرام کی آگاہی کے لیے حکومتی سطح پر اقدامات کیے جائیں۔ سوشل میڈیا کا استعمال کرتے ہوئے رضاکارانہ طور پر حکومت کہ ساتھ دیا جائے۔

2. تجارت کو اخلاقی اصول وضوابط پر فروغ دیا جائے۔

3. صدقات وخیرات کی ترغیب دی جائے۔

4. نظامِ زکوۃ مظبوط بناتے ہوئے اس کے اصولوں پر سختی سے عمل پیرا یقینی بنایا جائے۔

حوالہ جات:

[1] اسلامی معاشیات، پروفیسر عبد الحمید ڈار، مکتبہ علمی کتاب خانہ، اردو بازار لاہور، 2014، ص 11

[2] اسلامی معاشیات، پروفیسر عبد الحمید ڈار، ص 12

[3] اسلامی معاشیات، ص 12

[4]۔ البقرہ: 284 تفسیر ابنِ کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن محمد، مترجم مولانا محمد علی جوناگڑھی، شمع بک ایجینسی، اردو بازار لاہور، طبع اول، 2004

[5] سورت ہود: 6

[6] تفسیر سورت النساء آیت 29, تفسیر ابنِ کثیر

[7] النساء: 29

[8] الاعراف: 10

[9] النحل: 71

[10] النجم: 39

[11] النساء: 29

[12] الرحمن: 7,8

[13] دورِ جدید کے مسائل اور ان کا حل، ڈاکٹر لیاقت علی خان، سنگِ میل پبلیکیشن۔لاہور1998,ص168
[14] تفسیر ابنِ کثیر، جلد اول، ص221
[15] مریم:30,31
[16] التوبہ:34,35
[17] التوبہ:60
[18] تفسیر ابنِ کثیر، جلد دوم، ص358
[19] البقرہ:79،278
[20] چند معاشی مسائل اور اسلام، سید یعقوب شاہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، طبع اول 1947، ص199
[21] دورِ جدید کے مسائل اور ان کا حل، لیاقت علی خان، ص147
[22] البقرہ:271
[23] دورِ جدید کے مسائل اور ان کا حل، ص161
[24] حشر:7
[25] العمران:180
[26] البقرہ:219
[27] البلد:12-16

1.Islamic Economics, Professor Abdul Hameed Dar, School of Knowledge Library, Urdu Bazar Lahore, 2014, p. 11
2.Islamic Economics, Professor Abdul Hameed Dar, p. 12

3.Islamic Economics, p. 12
4.Al-Baqarah: 284 Tafsir Ibn-e-Kathir, Abul-Fida Ismail bin Muhammad, translated by Maulana Muhammad Ali Juna Garhi, Shama Book Agency, Urdu Bazar Lahore, first edition, 2004.
5. Surat Hud: 6
6.Tafsir of Surat al-Nisa verse 29,
7 Alnisa: 29
8. Al-Araf: 10
9. Al-Nahl: 71
10.Al-Najm: 39
11.Alnisa: 29
12.Rahman: 7,8

13. Problems of the modern era and their solution, Dr. Liaquat Ali Khan, Sang-e-Mail Publication, Lahore, 1998, p. 168
14 Tafsir Ibn Kathir, Volume I, p. 221
15 Maryam: 30, 31
16.Altoba: 34,35
17.Altoba: 60
18.Tafseer ibne kaseer,part2,p.358
19.Albaqra:278,79
20.some social issues and their solutions,syed yaqob shah,sqaft.e. islamiya,Lahore,first edition,1947,p.199
21.social issues of modern era and their solutions,Liaqat Ali khan,p.147
22.Albaqra:271
23.problems of modern era and their solution,p.161
24.Surah Hashar:7
25.Al-Imran: 180
26.Al-Baqarah: 219
27.Albalad: 12-16